از جناب مولانا وحید الدین خان

ختمِ نبوّت

ایک علمی و تاریخی جائزہ

بعثت کے ابتدائی زمانہ کا ذکر ہے۔ کسی عرب قبیلہ کا ایک شخص کعبہ کی زیارت کے لئے مکہ آیا۔ وہ جب واپس گیا تو اس کے قبیلہ والوں نے پوچھا مکہ کی کوئی خبر بتاؤ۔ اس نے جواب دیا۔

محمد تنبّا وتبعه ابن ابی قحافة

محمد نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور ابو قحافہ کا لڑکا ان کا ساتھ دے رہا ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۶۱۰ء میں جب آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو اس وقت لوگوں کے ذہن میں آپ کی تصویر کیا تھی۔ آپ کے مخالفین اس زمانہ میں آپ کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے جس کا مطلب ہوتا تھا فلاں دیہاتی کا بچہ کا۔ کوئی زیادہ شریف زبان بولنا چاہتا تو کہتا فتی من قریش یعنی قبیلہ قریش کا ایک جوان۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال اپنے زمانہ میں تھا۔ مگر صدیاں گزرنے کے بعد اب صورت حال بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ اب آپ کی نبوت کوئی نزاعی مسئلہ نہیں۔ اب وہ ایک تسلیم شدہ واقعہ (ESTABLISHED FACTS) کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ آج جب ایک شخص کہتا ہے "محمد رسول اللہ" تو اس کے ذہن میں ایک ایسے پیغمبر کا تصور ہوتا ہے جس کے گرد ایک عظیم الشان تاریخ بن چکی ہے جس کی پشت پر ڈیڑھ ہزار برس کی تصدیقی عظمتیں قائم ہیں۔ اگر ایسا ہو کہ یہ تاریخ مکمل طور پر آپ سے الگ کر دی جائے اور نبی عربی دوبارہ "ابن ابی کبشہ" کی صورت میں ظاہر ہوں تو اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ آپ پر ایمان لانے والوں کی تعداد جو آج کروڑوں میں گنی جاتی ہے، صرف درجنوں تک محدود ہو کر رہ جائے گی۔

"ابن ابی کبشہ" کے حلیہ میں رسولِ خدا کو پہچان لینا انتہائی مشکل کام ہے۔ جب کہ یہی کام اس وقت انتہائی آسان ہو جاتا ہے۔ جب رسول ایک مسلمہ تاریخی حیثیت یا قرآن کے لفظوں میں مقام محمود (اسراء - ۷۹) کا درجہ حاصل کر چکا ہو۔

پچھلے ادوار میں نبیوں کے ہم زمانہ لوگوں کے لئے نبی کا انکار کرنے کی سب سے بڑی نفسیاتی وجہ یہی تھی۔ "یہ تو وہی معمولی شخص ہے جس کو اب تک فلاں بن فلاں کے نام سے جانتے تھے وہ اچانک خدا کا پیغمبر کیسے ہو گیا"

جب بھی کوئی نبی اٹھتا، یہ خیال ایک قسم کا شک اور تردد بن کر ان کے اوپر چھا جاتا، اور نبی کی پیغمبرانہ حیثیت کو پہچاننے کے معاملہ کو اس کے معاصرین کے لئے مشکل بنا دیا۔

یہ صورت حال، خاتم النبیین کے ظہور سے پہلے، انسانیت کو مسلسل ایک کڑی آزمائش میں مبتلا کئے ہوئے تھی۔ ہر بار ان کے اندر سے ایک نیا شخص خدا کے رسول کی حیثیت سے اٹھتا۔ مخاطب قوم کی اکثریت، مذکورہ نفسیاتی رکاوٹ کی وجہ سے اپنے ہم عصر نبی کے بارے میں شک و تردد میں پڑ کر انکار کر دیتی اور بالآخر سنت اللہ کے مطابق ہلاک کر دی جاتی۔

اب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک ایسا نبی بھیجے جو ساری دنیا کے لئے رحمت کا دروازہ کھول دے اس کی ذات پچھلے پیغمبروں کی طرح لوگوں کو اس آزمائش میں نہ ڈالے کہ "معلوم نہیں یہ پیغمبر ہے یا شخصی حوصلہ مندی نے اس کو اس قسم کے دعوے پر آمادہ کر دیا ہے" اس کی نبوت ہر دور کے لوگوں کے لئے ایک مسلّمہ واقعہ کی حیثیت رکھتی ہو۔ لوگ کسی نفسیاتی پیچیدگی میں مبتلا ہوئے بغیر اس کی "محمودیت" کی وجہ سے اس کو پہچان لیں اور اس پر ایمان لا کر خدا کی رحمتوں میں حصہ دار بنیں۔

متعدد روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے افراد تمام دوسرے انبیاء کی امتوں سے زیادہ ہوں گے۔ اس کا تعلق بھی اسی مسئلہ سے ہے۔ آپ کے بعد چونکہ کوئی نبی آنے والا نہیں اس لئے آپ کی امت میں آپ کے بعد دوبارہ کفر و اسلام کا مسئلہ کھڑا ہونے والا نہیں ہے۔ آپ کی امت بدستور بڑھتی رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔

اس معاملہ کو بنی اسرائیل کی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ حضرت مسیح کے زمانہ میں جو یہود تھے وہ سب خدا کی شریعت پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر ابن مریم کی صورت میں جب ان کے اندر ایک نیا نبی اٹھا تو اس کو ماننا یہود کے لئے ممکن نہ ہو سکا۔ حضرت موسیٰؑ کو وہ اب بھی مانتے تھے۔ مگر اپنے ہم عصر نبی کا انکار کر رہے تھے۔ اس کی وجہ سے ایک درجن مومنین مسیح کو چھوڑ کر سارے کے سارے یہودی کافر پائے گئے۔ حضرت مسیح کے چھ سو برس بعد جب نبی عربی کی بعثت ہوئی تو مسلمانوں کی اس نئی جماعت (عیسائیوں) کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی۔ مگر دوبارہ وہی ہوا کہ نئے "اسماعیلی نبی" کو ماننے کے لئے وہ اپنے کو آمادہ نہ کر سکے۔ وہ تاریخی نبی (حضرت مسیح) پر بدستور ایمان رکھتے تھے۔ مگر اپنے ہم عصر نبی (حضرت محمدؐ) کے منکر تھے۔ اس کی وجہ سے دوبارہ ایسا ہوا کہ نبوت محمدی پر ایمان لانے والے چند عیسائیوں کو چھوڑ کر پوری عیسائی قوم کو کافر قرار دیا گیا۔

ختم نبوت کی وجہ سے امت محمدی میں اس قسم کی چھٹنی، کم از کم موجودہ دنیا میں دوبارہ ہونے والی نہیں۔ اس لئے آپ کے امتیوں کی تعداد بھی دوسرے انبیاء کے پیروؤں سے زیادہ رہے گی ــــــ یہ بھی ایک پہلو ہے آپ کے

امتیوں کی تعداد بھی دوسرے انبیاء کے پیروؤں سے زیادہ رہے گی۔

یہ بھی ایک پہلو ہے آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا۔ جو اس لئے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام محمود پر کھڑا کیا۔ مقام محمود دنیوی اعتبار سے یہ ہے کہ آپ کی نبوت کو ساری دنیا کے لئے ایک تاریخی مسلمہ بنا دیا گیا۔ یہی تعریفی حیثیت قیامت کے دن خصوصی خداوندی اعزاز کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ جو اولین و آخرین میں آپ کے سوا کسی کو حاصل نہ ہوگی۔

مگر کسی نبی کو مقام محمود پر کھڑا کرنا سادہ طور پر محض نامزدگی کا معاملہ نہ تھا۔ یہ ایک نئی تاریخ کو ظہور میں لانے کا معاملہ تھا اس کے لئے ایک طرف ایسی معیاری شخصیت درکار تھی جیسی کوئی دوسری شخصیت بنی آدم میں پیدا نہ ہوئی ہو۔ دوسری طرف ایسی قربانی اور حوالگی درکار تھی جیسی قربانی و حوالگی کا ثبوت کسی دوسرے انسان نے نہ دیا ہو۔ یہی وہ نازک لمحہ تھا جب کہ خدا نے اپنے ایک نیک بندے کو پکار کر کہا:

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ ...... وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ اور کمبل میں لپٹی ہوئی اس عظیم روح نے لبیک کہہ کر اپنے آپ کو ہمہ تن خدائی منصوبہ کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد طویل عمل کے نتیجہ میں بالآخر وہ نبوت ظہور میں آئی جو سارے عالم کے لئے رحمت بن گئی۔ جس نے انسانی تاریخ میں بار بار نئے نبیوں کی آمد کے آزمائشی دور کو ختم کیا اور ایک مسلمہ نبوت کے دور کا آغاز کر کے لوگوں کے لئے خدا کی جنتوں میں فوج در فوج داخل ہونے کا دروازہ کھول دیا۔

نبوت کو تاریخی مسلمہ بنانے کا دوسرا مطلب یہ تھا کہ آئندہ کے لئے نبیوں کی آمد کا سلسلہ بند ہو جائے۔ مگر یہ محض اعلان کا معاملہ نہ تھا۔ ختم نبوت سے پہلے ضروری تھا کہ چند شرائط لازمی طور پر پوری ہو چکی ہوں۔

۱۔ زندگی کے تمام معاملات کے لئے احکام خداوندی کا نزول۔ وهو الذي انزل اليكم الكتاب مفصلا۔

۲۔ کردار کے لئے ایک کامل نمونہ سامنے آجانا۔ لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة۔

۳۔ وحی الٰہی کی دائمی حفاظت کا انتظام۔ نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک فیصلہ کے ذریعہ ان تینوں شرائط کی تکمیل کا انتظام فرما دیا۔

پچھلے نبیوں کے لئے اللہ کی سنت یہ رہی ہے کہ ہر نبی کو کچھ آیات (معجزے) دیئے جاتے تھے۔ نبی اپنی مخاطب قوم پر تبلیغ و دعوت کا فریضہ آخری حد تک ادا کرتا۔ وہ غیر معمولی نشانیوں کے ذریعہ اپنے نمائندہ الٰہی ہونے کا ثبوت پیش کرتا۔ اس کے باوجود جب لوگ ایمان نہ لاتے تو نبی کا کام ختم ہو جاتا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فرشتے متحرک ہوتے اور زمینی یا آسمانی عذاب کے ذریعہ اس قوم کو ہلاک کر دیتے۔

نبی آخر الزمان کے لئے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہوا کہ آپ کی مخاطب قوم کے لئے اس قسم کا عذاب نہیں آئے گا بلکہ خود نبی اور آپ کے اصحاب کو ان سے ٹکرا کر انہیں مجبور کیا جائے گا کہ وہ دین خداوندی کو قبول کریں۔ تقاضا

ارسلمون - اس کے باوجود ان میں سے جو لوگ اطاعت نہ کریں وہ اہل ایمان کی تلواروں سے قتل کئے جائیں (قاتلوہم یعذبہم اللہ بایدکم) دوسرے لفظوں میں یہ کہ اس سے پہلے جو کام فرشتے کرتے تھے۔ اس کو انسانوں کے ذریعہ انجام دیا جائے۔

اسی فیصلہ الٰہی کا نتیجہ تھا کہ ہجرت اور اتمام حجت کے بعد، دیگر انبیاء کی قوموں کے برعکس، اہل عرب پر کوئی جوالا مکھی پہاڑ نہیں پھٹا۔ اور نہ آسمان سے آگ برسی۔ بلکہ رسول اور اصحاب رسول کو ان کے ساتھ ٹکرادیا گیا۔ اس فوجی تصادم میں اللہ کی خصوصی نصرت کے ذریعہ رسول اور آپ کے اصحاب کو فتح حاصل ہوئی۔ خدا کا دین ایک باقاعدہ اسٹیٹ کی شکل میں جزیرہ نمائے عرب پر قائم ہوگیا۔

اس واقعہ کے مختلف نتائج میں سے ایک نتیجہ یہ تھا کہ دعوت نبوت کو انفرادی تقاضوں سے لے کر اجتماعی معاملات تک زندگی کے تمام مراحل سے گزرنا پڑا اور انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لئے مسلسل احکام اترتے رہے۔ اگر یہ واقعات پیش نہ آتے تو اسلامی شریعت میں ہر قسم کے احکام نہیں اتر سکتے تھے۔ کیونکہ اللہ کی یہ سنت ہے کہ وہ حالات کے لحاظ سے اپنے احکام بھیجتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ کتابی مجموعہ کی شکل میں بیک وقت سارے احکام لکھ کر نبی کو دے دیئے جائیں۔ فرشتوں کے ذریعہ منکرین عرب کا استیصال کرنے کے بجائے اہل ایمان کی تلوار کے ذریعہ ان کو زیر کرنے کے فیصلے نے شریعت کی تکمیل کے اسباب پیدا کردیئے۔

پھر اسی کی وجہ سے یہ امکان پیدا ہوا کہ پیغمبر کا سابقہ زندگی کی تمام صورتوں سے پیش آئے۔ اور ہر قسم کی سرگرمیوں میں وہ اسلامی کردار کا عملی نمونہ دکھا سکے۔ اس کے بعد خود حالات کے ارتقاء کے تحت ایسا ہوا کہ نبی کو مسجد اور مکان سے لے کر میدان جنگ اور تخت حکومت تک ہر جگہ کھڑا ہونا پڑا۔ اور ہر جگہ اس نے معیاری انسانی کردار کا مظاہرہ کرکے قیامت تک کے لوگوں کے لئے نمونہ قائم کردیا۔

پھر اسی واقعہ نے قرآن کی حفاظت کی صورتیں بھی پیدا کیں۔ پچھلی آسمانی کتابیں جو محفوظ نہ رہ سکیں اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی کے بعد ان کتابوں کی پشت پر کوئی ایسی طاقت نہ رہی جو بزور ان کو ضائع ہونے سے بچاتی۔ پیغمبر اسلام اور آپ کے اصحاب نے اپنی ہم عصر قوموں سے مقابلہ کرکے اولاً عرب اور اس کے بعد قدیم دنیا کے بڑے حصہ پر اسلام کا غلبہ قائم کردیا۔ اس طرح کتاب الٰہی کو حکومتی اقتدار کا سایہ حاصل ہوگیا جو خدا کی کتاب کو محفوظ رکھنے کی یقینی ضمانت تھا یہ انتظام اتنا طاقتور تھا کہ ایک ہزار برس تک اس میں کوئی فرق نہ آسکا۔ اسلامی اقتدار کے زیر سایہ قرآن ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچتا رہا۔ یہاں تک کہ صنعتی انقلاب ہوا اور پریس کا دور آگیا جس کے بعد قرآن کے ضائع ہونے کا کوئی سوال نہیں۔

یہ سب جو ہوا، اس طرح ٹھنڈے ٹھنڈے نہیں ہوگیا جیسے آج ہم اس کو سیرت و تاریخ کی کتابوں میں پڑھ لیتے ہیں اس کے لئے نبی اور آپ کے ساتھیوں کو ناقابل برداشت طوفان سے گزرنا پڑا۔ کفار کے مطالبہ اور نبی کی خواہش کے باوجود

ان کو فوق الفطری معجزے نہیں دیئے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں اپنے اخلاق و کردار کو معجزاتی واقعات کا بدل بنانا پڑا۔ ان کے مکذبین کے لئے کوئی ارضی وسماوی عذاب نہیں آیا۔ اس طرح انہیں وہ کام کرنا پڑا جس کے لئے پہلے بھونچال آتے تھے۔ اور آتش فشاں پھٹتے تھے۔ ختم نبوت کے فیصلہ کے باوجود کتاب الٰہی کو یک بارگی ان کے حوالے نہیں کیا گیا اس لئے ان کے واسطے ضروری ہوگیا کہ وہ زندگی کے وسیع سمندروں میں کودیں اور ہر قسم کی چٹانوں سے ٹکرائیں تاکہ تمام معاملات زندگی کے بارے میں ان پر احکام الٰہی کا نزول ہوسکے۔ وغیرہ وغیرہ

اس پورے عمل کے دوران نبیؐ اور آپ کے اصحاب امتحان کے اس انتہائی کڑے معیار پر تھے۔ جس کو قرآن میں زلزال شدید (احزاب - ۱۱) کہا گیا ہے۔ نبیؐ کو سخت ترین حکم تھا کہ ظالموں کی طرف ادنیٰ جھکاؤ بھی مت دکھاؤ۔ (اسراء ۷۵) ورنہ تم کو دگنی سزا دی جائے گی۔ حالات خواہ کتنے ہی شدید ہوں۔ آپ کے ساتھیوں کے لئے کسی بھی حال میں تخلف (توبہ - ۱۱۹) کی اجازت نہ تھی۔

آپ کی ازواج اگر دو وقت کی روٹی کا بھی مطالبہ کریں تو ان کے لئے یہ صاف جواب تھا کہ:۔

"پیغمبر کی صحبت اور دنیا میں سے کسی ایک چیز کا انتخاب کرلو" (احزاب ۲۸)

حقیقت یہ ہے کہ نبوت محمودی کو برپا کرتے کا رلانا انسانی تاریخ کا مشکل ترین منصوبہ تھا اور یہ سب کچھ انتہائی قیامت خیز سطح پر ہوا کہ خود رسولؐ کی زبان سے نکلا کہ "اس راہ میں مجھے اتنا ستایا گیا کہ کسی دوسرے نبی کو نہیں ستایا گیا!" آپ کی رفیقۂ حیات نے شہادت دی کہ لوگوں نے آپ کو روند ڈالا تھا ... حطمہ الناس) خاتم النبیین اور آپ کے ساتھیوں نے دنیا کا آرام تو در کنار زندگی کی ناگزیر ضرورتوں سے بھی اپنے کو محروم کرلیا۔ اس کے بعد ہی یہ ممکن ہو سکا کہ تاریخ میں اس نبوت کا دور شروع ہو جس کو رحمۃ للعالمین کہا گیا ہے۔

نبیؐ عربی کا آپ کے بعد آنے والی نسلوں پر یہی وہ احسان عظیم ہے جس کی وجہ سے دائمی طور پر آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے "تاریخ کے اس مشکل ترین مشن میں چونکہ آپ کے اہل خاندان نے آپ کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔ اور آپ کے اصحاب اس صبر آزما جد و جہد میں پوری طرح صادق القول اور صابر العمل ثابت ہوئے۔ اس لئے رسولؐ کے ساتھ آپ کے آل اور آپ کے اصحاب کے لئے بھی رحمت اور سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب کوئی شخص کسی کے اوپر احسان کرے تو انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ اس پر شکر کا اظہار کیا جائے۔ درود اور سلام اسی قسم کے ایک عظیم ترین احسان کا دعا کی شکل میں اعتراف ہے۔ حدیث میں ہے:۔

اَلْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ (نسائی۔ ترمذی)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمْ